وری اپنی نانی اور ماموؤں کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ماں مر چکی ہے۔ گھر میں دو ماموں، ممانی اور ان کے بچے ہیں۔ ان میں آپس میں اچھے تعلقات ہیں مگر بڑی ممانی اسے پسند نہیں کرتی ہیں۔ عباد ان کا بیٹا ہے۔

آتش جو سراپا اسرار ہے، وہ لوگوں کو اپنی گفتگو سے زیر کرتا ہے۔ اس کے بے شمار عقیدت مند ہیں۔

بی زیڈ ایک بے ہوش لڑکی کو لے کر آتش کے ہاں پہنچ جاتی ہے۔ آتش اپنے اسسٹنٹ خاقان کے ذریعے ڈاکٹر کو بلاتا ہے۔ نانی وری کو پڑھانے کی ذمہ داری عباد پر ڈال دیتی ہیں۔

لڑکی ہوش میں آتی ہے لیکن حواسوں میں نہیں۔ اپنا نام تک نہیں بتا سکتی۔ آتش کے گھر پولیس آ جاتی ہے۔

پولیس کا نام سن کر بی زی گھبرا جاتی ہے۔ آتش اسے پر سکون رہنے کا کہتا ہے۔ پولیس انسپکٹر امیر علی اپنے جونیئر فاروق احمد کے ساتھ آتے ہیں۔ وہ آتش کو تربیتی ورکشاپ میں مدعو کرتا ہے۔ فاروق احمد تھوڑا تلخ ہے۔

عباد، وری کو پڑھانے بیٹھتے ہیں، وری بتاتی ہے کہ وہ کمبائن امتحان دے رہی ہے، جسے ہر سبجیکٹ انتہائی مشکل لگتا ہے۔

فیروزہ کی بیٹی شونا کی شادی ہوتی ہے، اس میں بالی کا بھی نکاح کر دیا جاتا ہے، بالی انتہائی کم عمر ہے۔

شاکر فیروزہ کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے حکم پر گھر تعمیر کروا رہے ہیں۔ ان کے والد بنگلہ دیش میں کاروبار کے

اَمتُ العزیز شہزاد

وَالعَصر

www.zemtime.com

سلسلے میں رہتے ہیں۔
فیروزہ کا چھوتا بیٹا عامر بہت خودسر ہے۔ وہ عیسیٰ سے بہت چڑتا ہے۔ وہ ماں سے پیسے مانگتا ہے۔ انکار پر عیسیٰ کو بالکونی سے الٹا لٹکا دیتا ہے۔
شریفہ عباد کے وریٰ کو پڑھانے پر سخت ناراض ہیں۔ وہ عباد کے ساتھ ساتھ وریٰ کو بھی سخت سست سناتی ہیں۔ عباد وریٰ کو پڑھانے سے انکار کر کے ٹیوٹر کا انتظام کر دیتے ہیں۔
عیسیٰ وریٰ کو ٹیوشن پڑھانے لگتا ہے۔ آتش کدے میں شرر نام کا بندہ آتا ہے جو آتش کی باتوں سے اختلاف کرتا ہے۔
عیسیٰ کو ایک اچھے مشنری اسکول میں داخلہ دلانے پر عامر ناراض ہوتا ہے۔
عباد لیاقت بیگم کو عیسیٰ کے متعلق بتاتے ہیں۔ وریٰ کہتی ہے کہ اسے عیسیٰ سے نہیں پڑھنا۔ شریفہ یہ سن کر اسے سخت سناتی ہیں۔ لیاقت بیگم سب سمجھتے ہوئے بھی خاموش ہو جاتی ہیں۔
بی زی کی فلم کے بارے میں پریس کانفرنس ہوتی ہے، اس میں صحافی الٹے سیدھے سوال کرتے ہیں۔ ڈائریکٹر کو غصہ آتا ہے لیکن بی زی اس صورت حال کو سنبھال لیتی ہے۔
سید صاحب ڈھاکہ سے آ کر اپنا گھر دیکھتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ سارے خاندان کی دعوت کی جاتی ہے۔ فیروزہ کی اماں اپنے بیٹے کے کاروبار کے لیے پیسے مانگتی ہیں۔
وریٰ کے ناراض ہونے پر مفتاح اس کے ساتھ لڈو کھیلتا ہے۔ رجایہ دیکھ کر افسردہ ہو جاتی ہے۔
بی زی کے ایکسیڈنٹ کی فوٹیج وائرل ہو جاتی ہے۔
عیسیٰ فیروزہ سے شکایت کرتا ہے کہ سید صاحب اگر اس کے ابو ہیں تو اسے لینے اسکول کیوں نہیں آتے۔ سید صاحب وعدہ کر لیتے ہیں کہ وہ اسے اسکول لینے آئیں گے۔

چوتھی قسط

ابن سلیمان!
اے خلاقی کے نقطہ عروج.....
ہر نقص سے پاک وہ ذات اقدس کہ جس نے بنایا تمہیں اپنے ہاتھوں سے، وہ چاہتا ہے کہ تم پہچانو اپنی عظمت.....اور جانو اپنی اصل قدر و قیمت تا کہ فلاح پا جاؤ۔
اور تم نے کیا جانا کہ فلاح کیا ہے؟
تو سن لو، اے خاک ابن خاک.....
وہ دن کہ جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں.....
اس دن مینار نور پر فاتح بن کر جلوہ گر ہونا فلاح ہے.....
اور باقی سب دھوکا.....ایسا دل فریب دھوکا جو بہر حال ''حقیقت'' ہے۔ پر تم نہیں سمجھتے.....اور گونگے، بہرے، اندھے بن کر دوڑے جا رہے ہو ایک ایسے راستے پر کہ جس کے اختتام پر منزل نہیں.....
صریح ناکامی تمہاری منتظر ہے.....صریح ناکامی!

☆☆☆

نیلی جلد والے البم میں ابھی متعدد تصاویر باقی تھیں۔ پر انہیں دیکھنے کی خواہش فی الوقت وہ اپنے دل میں نہ پاتا تھا۔

www.zemtime.com

سو بس یوں ہی اپنے بکھرے، اجڑے بے رنگ سے کمرے کے ملگجے بستر پر چت پڑا، بڑی دیر سے گرد و غبار سے اٹے پنکھے کو ایک ہی دائرے میں ہولے ہولے گھومتا دیکھ رہا تھا.....

معاً.....اسے گھومتے پنکھے کی سطح پر ایک منظر ابھرتا محسوس ہوا.....

ڈھلتی شام کا ایک شناسا منظر.....

اس نے دیکھا کہ وہ چھٹی کے وقت اپنے اسکول کے وسیع و عریض احاطے میں کھڑا ہے۔ اس کے اردگرد سے گزر کر دیگر طلباء و طالبات اپنے پھول جیسے بے فکر چہروں پر گھر لوٹنے کی مسرت لیے بھاگتے دوڑتے اپنی اپنی سواریوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔

تب ہی اس کے ہم جماعت جون گیبرئیل نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے ٹھس کھڑا دیکھ کر ٹوکا۔

''ہے عیسیٰ! آج گھر نہیں جانا کیا؟ وین آ گئی ہے۔''

''ہاں، تم جاؤ۔'' وہ جونگاہوں کے زاویے بدل بدل کر بے چینی سے سید صاحب کو ڈھونڈنے میں منہمک تھا، جون کی آواز پر چونک کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے جوش و خروش سے گویا ہوا۔

''میں آج اپنے ابو کے ساتھ گھر جاؤں گا۔''

''پھر ٹھیک ہے۔'' وہ جواباً انگریزی میں بولا۔ ''میں چلتا ہوں۔''

وہ اپنا بیگ سنبھالتا تیزی سے اپنی وین کی سمت بڑھ گیا اور عیسیٰ جو سید صاحب کی آمد کے حوالے سے اب تک بڑا پرامید تھا، تیزی سے خالی ہوتے احاطے کو دیکھ کر اس بار ذرا تشویش میں پڑ گیا۔

''اگر جو ابو مجھے لینے نہ آئے تو.....تو میں آج گھر کیسے پہنچ سکوں گا؟'' اور اس خیال نے اسے قدر ہراساں کر دیا کہ اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

تب اس نے آخری کوشش کے تحت اپنی بے تاب نظروں کو سید صاحب کی تلاش میں یہاں وہاں دوڑایا اور اس بار بھی انہیں کہیں نہ پا کر گویا مکمل مایوسی سے پلٹ کر، روانگی کے لیے بالکل تیار کھڑی اپنی وین کی سمت مردنی سے بڑھنے لگا۔

''عیسیٰ!'' اسی لمحے اپنے عقب سے اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔

''عیسیٰ!'' آواز چونکہ شناسا تھی، سو اس کے بڑھتے قدم خود بخود ٹھہر گئے اور اس نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا۔

''ابو!'' سامنے سید صاحب اپنے چہرے پر سنجیدگی و بردباری مگر آنکھوں میں اس کے لیے نرم سا تاثر لیے کھڑے تھے۔ وہ دیوانہ وار ان کی جانب دوڑ گیا۔

''آپ آ گئے۔'' سید صاحب اس کے چہرے پر بکھری معصومیت آمیز مسرت و بے تحاشا حیرت دیکھ کر مسکرا دیے۔

''ہاں، کل کہا جو تھا کہ تمہیں لینے آؤں گا۔''

''مگر میں سمجھ رہا تھا کہ شاید آپ بھول گئے۔''

''نہیں، بھولا تو نہیں تھا۔'' انہوں نے بتایا۔ ''البتہ آنے میں ذرا تاخیر ہو گئی، بہرحال اب چلیں۔''

''چلیں.....'' وہ سراپا مسرت بن کر بولا۔

''لاؤ، اپنا یہ بیگ مجھے پکڑا دو۔ پہلے ہم یہاں سے پیدل ایمپریس مارکیٹ جا کر کچھ خشک میوہ جات وغیرہ کی خریداری کریں گے۔ وہاں سے گھر جائیں گے۔ ٹھیک ہے نا، کہیں تم تھک تو نہیں جاؤ گے؟'' وہ اس کا سارا

www.zemtime.com

بوجھ خود ڈھو کر بھی اس کی تھکاوٹ کے احساس سے متفکر تھے۔
''نہیں..... نہیں..... نہیں میں بالکل نہیں تھکوں گا۔'' وہ مارکیٹ جانے کا سن کر چاق و چوبند سے لہجے میں جلدی سے بولا۔
''بس تو پھر چلو۔'' انہوں نے اس کا ننھا سا ہاتھ بڑی مضبوطی سے تھاما اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکول کے صدر دروازے کی سمت بڑھ گئے اور ان کے ساتھ ہی بڑھ رہی تھی وہ کہانی کہ جس نے اب جلد ہی ایک نئی سمت کا رخ کر لینا تھا۔ پر ظاہر ہے کہ وہ بے خبر تھے۔
اور اس ''بے خبری'' کو ہر بار نعمتوں ہی میں تو شمار کیا نہیں جا سکتا۔

☆☆☆

''کیا جادو نگری ہے یہ۔''
وہ ابھی ابھی اپنی سیاہ رولس رائیز سے اتری تھی اور اس کے اترتے ہی لاتعداد کیمروں کی فلیش لائٹوں نے اسے جگمگا کر رکھ دیا تھا۔ اس کی نگینے جڑی سیاہ ہیل کے نیچے زمین نہیں بلکہ سرخ قالین تھا اور یہ سرخ قالین ہرگز بھی معمولی نہ تھا۔ دراصل یہ خوابوں کی راہ گزر تھی۔ ان خوابوں کی کہ جن کی تعبیر پانے کا خواب اگر وہ کبھی خوابوں میں بھی دیکھا کرتی تو بے یقینی سے گویا خود پر ہنس دیتی تھی۔ پر آج وہ یہیں تھی۔
یہ کانز کا فلمی میلہ تھا۔ جہاں اسے بطور خاص مدعو کیا گیا تھا اور اب وہ اپنا تاروں جڑا فرشی سیاہ گاؤن لہراتی، بل کھاتی بے تحاشا مسکرا مسکرا کر اردگرد دیوانوں کی طرح اس کی ایک جھلک دیکھنے کی خاطر بے تاب کھڑے مداحوں کی جانب نزاکت سے ہاتھ ہلا کر، ان کی جانب ہوائی بوسے اچھالتی آگے بڑھ رہی تھی کہ معاً چہار اطراف سے اسے ''زوں..... زوں'' کی آواز سنائی دی۔
''زوں..... زوں..... زوں'' آواز اس مرتبہ اس قدر نزدیک سے ابھری تھی کہ اس کی خواب دیکھتی آنکھیں بے اختیار کھل گئیں۔
کمرے میں چوں کہ مکمل اندھیرا تھا سو ایک پل کو وہ گھبرا سی گئی۔ کچھ سجھائی ہی نہ دیا کہ آیا وہ ہے کہاں؟ پر دوسرے ہی پل وہ مسلسل ہوتی زوں..... زوں کے سبب حواسوں میں لوٹی اور ہاتھ مار کر تکیے کے نیچے سے اپنا متواتر بجتا بے آواز فون برآمد کرتے ہوئے کوفت زدہ سے لہجے میں بڑبڑائی۔
''یہ صبح ہی صبح کسے مصیبت پڑ گئی؟'' پر اسکرین پر جگمگاتا ''مصیبت'' کا نام دیکھ کر کوفت کی جگہ حیرت نے لے لی تھی۔ تب ہی وہ جلدی سے فون کان سے لگاتے ہوئے اچنبھے سے بولی۔
''ہیلو فصیح! کیا ہوا؟''
''یو ڈیم اٹ۔'' دوسری جانب وہ اس کی آواز سنتے ہی حقیقتاً چنگھاڑ کر بولا۔ ''یہ تم نے کیا کر دیا؟''
''ایکسکیوزمی۔'' وہ جواباً حد درجہ ناگواری سے بولی۔
''ہوا کیا ہے، میں کچھ سمجھی نہیں؟'' ایک تو گہری میٹھی نیند سے یوں ہڑبڑاہٹ میں بے داری مستزاد اس کا درشت لب و لہجہ۔
بی زی کا دماغ صحیح معنوں میں چکرانے لگا۔
''سمجھو نہیں، دیکھو۔'' وہ چبا چبا کر بولا۔ ''دیکھو سوشل میڈیا پر جا کر کہ تمہارے نام پر کیسی تھوتھو ہو رہی ہے۔''
''پر میں نے کیا کیا ہے؟'' وہ بے اندازہ پریشانی سے بولی۔
''انٹرسٹنگ۔'' وہ زہر خند سا مسکرا کر بولا۔ ''یعنی تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تم کیا کر چکی ہو۔''

www.zemtime.com

''کیا بول رہے ہو؟'' لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے دماغ کی سرخ بتی نے روشنی کر کے کسی جانے پہچانے سے خطرے کا احساس دلایا تھا۔ تب ہی اس بار وہ سراسیمگی سے بولی۔

''کیا کر دیا ہے میں نے، کچھ بتاؤ تو سہی۔''

''ویڈیو بھیج رہا ہوں، دیکھ لو اسے۔'' اس نے درشتی سے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا اور ٹھیک ایک منٹ بعد اسے وہ ویڈیو موصول ہوئی۔

وہ ویڈیو کہ جسے دیکھ کر اس کی آنکھیں صدمے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

☆☆☆

''تم اتنی دیر سے بونٹ پر جھکے آخر کر کیا رہے ہو مفتاح!'' بیس منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد، سڑک کنارے گرمی و پسینے سے بے حال عینا کے ضبط کا پیمانہ بالآخر لبریز ہو ہی گیا تھا۔ دراصل میک ڈونلڈ سے واپسی پر تھوڑی دور چلتے ہی بدقسمتی سے ان کی گاڑی نے مزید چلنے سے انکار کر دیا تھا اور اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کا سامنا اب انہیں یوں تھا کہ خواہ مخواہ مفتاح ہیرو بننے کی کوشش میں پچھلے پندرہ منٹ سے بونٹ میں منہ دیے اللہ جانے کسی خزانے کی تلاش میں تھا یا پھر کسی اور شے کی..... کیوں کہ فالٹ تو تا حال وہ ڈھونڈنے سے قاصر تھا۔

''میرے حال پر رحم کھاؤ۔'' اپنے فیشل زدہ چہرے کو جارجٹ کے دھانی دوپٹے سے ڈھانپنے میں بے حال عینا جلبلاتے ہوئے گویا تھیں۔

''پرسوں میری مایوں ہے۔ اگر آج دھوپ سے میرا چہرہ جھلس گیا تو پیلے کپڑوں میں کالی بھوتنی ہی لگوں گی میں۔''

''بھوتنی کیوں؟'' وہ بونٹ سے سر اٹھا کر انہیں دیکھتا ہوا بولا۔

''آپ وہ کالی چڑیل بھی تو لگ سکتی ہیں کہ جس کے قصے دادی بیگم ہمیں بچپن میں سنا سنا کر ڈرایا کرتی تھیں۔''

''رہنے دو مفتاح!'' رجا کو بروقت یاد آیا۔ ''وہ چڑیل تو بعد میں چڑیل بنی تھی، پہلے تو اچھی خاصی خوب صورت ہوا کرتی تھی۔''

''یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ عینا بجو پہلے ہی سے چڑیل صورت ہیں؟'' واشلہ کا دل بھر آیا۔

''ہیں.....'' رجا کا منہ کھل گیا۔ ''میں نے یہ کب کہا؟''

''ڈائریکٹ تو نہیں کہا۔'' واشلہ نے منہ بنایا۔

''پر جو کہا اس کا ان ڈائریکٹ مطلب یہی نکلتا ہے۔ ہے نا واشلہ! تم یہی کہنا چاہ رہی ہو نا؟'' وریٰ اس کی بقیہ بات اچک کر بولی تو اس بار عینا بھنا گئیں۔

''خاموش ہو جاؤ تم لوگ۔'' وہ ان کو ڈپٹ کر بولیں۔ ''سڑک کنارے کھڑی ہو، تھوڑا سا احساس کر لو..... اور مفتاح! تم بتاؤ مجھے کہ گاڑی میں کیا مسئلہ ہے؟''

''آں..... ہاں..... ہوں.....'' مفتاح نے پہلے بالوں میں ہاتھ پھیرا، پھر کان کی لو کھجائی۔ دوبارہ بونٹ میں جھانک کر بالآخر بولا۔

''دیکھ تو رہا ہوں، پر سمجھ میں نہیں آ پا رہا۔''

''جب کچھ سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تو دیکھ کیا رہے ہو۔''

انہوں نے شدید طیش میں آ کر دانت پیسے۔

www.zemtime.com

''دیکھوں گا تو سمجھوں گا نا۔'' وہ اتنے مزے سے بولا کہ رجا بے اختیار مسکرادی پر وری ...... وہ حسب عادت گردو پیش کی پروا کیے بغیر کھلکھلا اٹھی۔

اور عین اسی وقت ان کے نزدیک نئی نکور کالے رنگ کی ہونڈا سوک نے بریک لگائے تھے۔

''ہیلو مفتاح!'' گاڑی کے خود کار شیشے نیچے ہوتے ہی کھڑکی میں ایک چہرہ نمودار ہوا۔ سرخ و سفید رنگ ......ہلکی بھوری بادامی آنکھیں ......

کشادہ پیشانی پر پڑے کالے سیاہ ریشمی بال ...... کسرتی بازو اور چوڑی، بالوں سے پُر کلائی میں پڑا کالا ڈورا ......

''ارے سہراب! تم ......'' مفتاح چونک کر آواز کی سمت گھومتے ہوئے خوش گوار حیرت سے بولا۔ ''تم یہاں کیسے؟''

''ادھر ایک دوست کی دعوت پر آیا تھا۔'' اس نے مسکرا کر بتایا۔ قاتلانہ مسکراہٹ ......

''پر تمہیں کیا ہوا، یہاں اس طرح راستے میں پریشان کیوں کھڑے ہو؟''

''گاڑی دغا دے گئی یار!'' وہ سر کھجا کر قدرے شرمندگی سے بولا۔

''اور اب سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں؟''

''کرنا کیا ہے۔'' وہ اس کے مسئلے کا حل پیش کرتے ہوئے بولا۔ ''اسے یہیں لاک کر کے آجاؤ میرے ساتھ۔ کسی مکینک کو لے آتے ہیں۔''

''نہیں یار!'' ظاہر ہے وہ اپنے عقب میں موجود ان چاروں کو یہاں یوں تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہ رہا تھا، تب ہی سہولت سے انکار کرتا ہوا بولا۔

''تم جاؤ، میں مینیج کرلوں گا۔''

''کیا مینیج کرلو گے؟'' اچانک عینا نے چمک کر گفتگو میں مداخلت کی۔ ''اتنی دیر سے ہمیں گرمی میں یہاں کھڑا کر رکھا ہے، جب دوست کہہ رہا ہے ساتھ جا کر مکینک لانے کو تو چلے جاؤ۔''

''اوہ......'' وہ بڑے بھرپور انداز سے یوں چونکا گویا نگاہ ابھی ابھی ان سب پر پڑی ہو۔ ''آپ سب اس کے ساتھ ہیں۔''

''ہاں۔'' مفتاح خفیف سا ہو کر بولا۔ ''بہنیں اور کزنز ہیں۔''

''کمال کرتے ہو یار!'' وہ مفتاح کو شرم دلانے والے لہجے میں بولا۔ ''یعنی اتنی دیر سے فیملی کو راستے میں لیے کھڑے ہو، آجائیں آپی!''

اس نے بولتے بولتے اس بار براہ راست عینا کی سمت دیکھ کر انہیں مخاطب کیا۔

''میں پہلے آپ لوگوں کو گھر ڈراپ کردوں، مکینک بعد میں آتا رہے گا۔'' اس کا لہجہ حتمی تھا، عینا بوکھلا گئیں۔

''نہیں ...... نہیں۔'' وہ جلدی سے بولیں۔ ''ہم کوئی رکشہ یا ٹیکسی لے کر گھر چلے جائیں گے۔ آپ مفتاح کو لے جائیں۔''

''کیا بات کردی آپ نے۔'' وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے اتر آیا۔

خوش قامت وخوش لباس ...... کہ جس کے پاس سے کسی بیش قیمت پرفیوم کی مہک آتی تھی اور وہ ان کے نزدیک آکر کہہ رہا تھا۔

''مفتاح کی فیملی ...... یعنی میری فیملی ...... آجائیے گاڑی میں بیٹھیے۔''

www.zemtime.com

اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہہ پاتا، وریٰ آگے بڑھی۔
''اتنی دیر سے کھڑے کھڑے میری تو ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ کوئی اور بیٹھے یا نہ بیٹھے، میں تو بھئی گاڑی میں بیٹھ رہی ہوں۔''

☆☆☆

''بیٹے عیسیٰ! میں تم سے ایک سوال پوچھوں۔''
آج پھر گزرے دنوں کے ایک منظر نے اس کی بے خواب آنکھوں کو یرغمال بنا رکھا تھا اور تاوان میں دید مانگی تھی۔ سو وہ دیکھ رہا تھا، ایک ایسا منظر کہ جو شاید اس کا درماں تھا مگر اب درد بن چکا تھا۔ اس روز سید صاحب اسے اسکول سے ہم راہ لیے ایمپریس مارکیٹ چلے آئے تھے۔ راستے بھر وہ اسے بتاتے رہے کہ پیدل چلنے والوں کو سڑک پر کس جانب اور کس طرح چلنا چاہیے؟ سڑک پر نصب اشاروں کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ آنے والی سڑک پار کرنی ہو تو پہلے کہاں دیکھنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔
پہلے تو انہوں نے مطلوبہ اشیاء کی خریداری کی بعد ازاں اسے وہاں کی مشہور لسی پلانے بٹھالیا۔ اگرچہ لسی اسے مرغوب نہیں تھی مگر پھر بھی وہ اسے پینے کی کوشش کرنے لگا ہی تھا کہ تب ہی انہوں نے اس کی جانب مشفق نظروں سے دیکھ کر ایک دم پوچھا۔
''جی ابو، پوچھیے۔'' وہ آج سے پہلے سید صاحب کو سخت طبیعت، جابر اور کسی قدر خوف ناک گردانتا تھا پر آج اس کے نظریات اپنے والد کے بارے میں یکا یک تبدیل ہو گئے تھے، تب ہی ان سے ڈرے یا گھبرائے بغیر، نزدیک دھرے قیمتی گیند بلے اور ڈھیروں ڈھیر خشک میوہ جات کو دیکھتے ہوئے مسرور سے لہجے میں بولا۔
''کیا تم جانتے ہو کہ تم کون ہو؟'' ذرا توقف کے بعد انہوں نے اس کی عمر کے حساب سے مناسب ترین الفاظ کا چناؤ کر کے اس سے استفسار کیا۔
''ہاں میں عیسیٰ ہوں..... مسلمان اور پاکستانی۔'' اسکول میں اس عنوان کے تحت جو مضمون اسے لکھوایا گیا تھا، اس کی ابتدائی سطور اس نے ان کے سامنے جھٹ سے دہرا دیں۔
''ہوں۔'' انہوں نے لسی کا گلاس خالی کر کے ایک جانب رکھتے ہوئے متانت سے اثبات میں سر ہلایا۔
''اس کے علاوہ اپنے بارے میں اور کیا جانتے ہو تم؟''
''اس کے علاوہ.....'' ایک تو لسی کا گلاس ختم کرنے کی مصیبت اس کے گلے پڑی ہوئی تھی۔ مستزاد ان کا یہ اس کی سمجھ میں نہ آنے والا دقیق سوال..... وہ تو حقیقتاً بہت پریشان ہوا تھا۔
''اس کے علاوہ تو میں اور کچھ نہیں جانتا۔''
''کوئی بات نہیں۔'' وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بغور دیکھتے ہوئے حلاوت سے بولے۔ ''نہیں جانتے، تو اب جان لو..... جان لو کہ تم اللہ کی سب سے بہترین تخلیق ہو۔ اسی لیے تم پر ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں۔ تم پر ذمہ داری ہے، اچھے اچھے کام کرنے اور خود کو برائیوں سے بچانے کی۔''
''اچھے اچھے کام جیسے دعا کرنا، لوگوں کے کام آنا۔ مل جل کر رہنا اور ہمیشہ سچ بولنا..... ہے نا ابو؟'' اسے اس لمحے خود پر بے حد فخر محسوس ہوا کہ چلو بری باتوں کا نہ سہی پر اچھی اچھی باتوں کا تو اسے علم تھا نا..... ان کا بھی نہ ہوتا تو باپ کے سامنے کیسی سبکی ہو جاتی۔
''ہاں میرے بچے۔'' سید صاحب کو اس کے جواب نے مسرور کر دیا۔
''یہ ساری اچھی باتیں ہیں، انہیں تم نے اپنانا ہے اور برے کاموں سے دور رہنا ہے ہمیشہ۔''

www.zemtime.com

''یہ ساری اچھی اچھی باتیں تو مس ڈورتھی اسمتھ نے ہمیں بتائی ہیں۔'' وہ بولا۔ ''پر برے کاموں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں پتا۔ ان کا آپ مجھے بتادیں تاکہ میں ان سے دور رہ سکوں؟''

سوال معصومیت سے لبریز مگر ایسا گمبھیر تھا کہ جس کا جواب دینے کے بجائے وہ اس مخمصے میں پڑ گئے کہ کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

پر جواباً کچھ تو کہنا ہی تھا سو خاصے محتاط الفاظ کا چناؤ کیا تھا، انہوں نے اس بار.....

''دیکھو بیٹا!'' وہ بولنے لگے۔ ''جیسے جھوٹ بولنا، بڑوں کا کہا نہ ماننا۔ پڑھائی میں سستی کا مظاہرہ کرنا، لڑنا جھگڑنا یہ سارے برے کام ہیں۔''

وہ اس عمر میں برائیوں کے باب میں اسے اور کیا تفصیل بتاتے سو اسی قدر کہہ کر چپ ہو رہے مگر وہ جو پوری توجہ، دلچسپی اور انہماک سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے خاموش ہوتے ہی جلدی سے پوچھنے لگا۔

''ابو..... دنیا میں صرف یہی برے کام ہیں؟''

''نہیں اور بھی ہیں۔'' وہ ایک گہری سانس لے کر بولے۔ ''جو تم وقت کے ساتھ ساتھ جان ہی لو گے، پر آج مجھ سے وعدہ کرو کہ ہر برے کام سے بچنے کی پوری کوشش کرو گے؟''

''جی ابو..... میں وعدہ کرتا ہوں۔'' اور اس نے جھٹ سعادت مندی سے وعدہ کر لیا تھا۔ ایک ایسا وعدہ کہ جس کی بڑی بھاری قیمت اسے آئندہ چکانا تھی۔

☆☆☆

''کیسے..... میں نے کیسے سوچ لیا کہ کامیابی اتنی آسانی سے مجھے مل جائے گی۔''

وہ فصیح خان کی بھیجی ویڈیو دیکھنے کے بعد، ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر جس ابتر حلیے میں تھی، اسی میں گویا آندھی طوفان کی رفتار سے آتش کدے پہنچی تھی۔

اس وقت گھڑی دن کے دس بجا رہی تھی اور یہ وقت آتش نے لکھنے لکھانے کے حوالے سے مخصوص کر رکھا تھا۔ چوں کہ بی زی اس بات سے واقف تھی سو سیدھا اسٹڈی روم ہی میں چلی آئی اور اب پچھلے پندرہ منٹ سے آتش کے بالمقابل براجمان، اسی ایک جملے کی متواتر گردان کرتے ہوئے چھکوں پہ چھکوں روئے چلی جا رہی تھی۔

''جب سے آئی ہو روئے جا رہی ہو۔'' وہ اس وقت اپنی پانچویں کتاب کا پہلا باب تحریر کر رہا تھا جس وقت بی زی کمرے میں داخل ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ اس کی اس غیر معمولی آمد کا سبب دریافت کر پاتا، وہ ضبط کھو کر رو پڑی تھی۔ سو اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور قلم، قلم دان میں رکھتے ہوئے، مسودے کی فائل بند کر کے ایک جانب کر دینے کے بعد کرسی کی پشت سے کمر ٹکا کر تحمل سے بی زی کے چپ ہونے کا انتظار کرنے لگا مگر اتنی دیر بعد بھی جب وہ نہ تھمی تب گویا مجبوراً وہ لب کشاہ ہوا۔

''کچھ بتاؤ تو سہی کہ آخر ہوا کیا ہے؟''

''زمانے کو خبر ہو گئی۔'' وہ میز پر دھرے ٹشو باکس میں سے ٹشو گھسیٹ کر اپنی سرخ ناک رگڑتی ہوئی بولی۔

''کہ ہوا کیا ہے اور تم اب بھی مجھ سے پوچھ رہے ہو۔''

''میرا پڑھایا سبق تم کیوں بھول گئیں، بی زی کہ زمانہ تو ہم خود ہیں۔''

وہ سحر طاری کر دینے والی آواز میں اسے کسی قدر ناپسندیدگی سے ٹوک کر بولا۔ ''تو پھر یہ تم کس زمانے کے غم میں اپنے بیش قیمت آنسو ضائع کر رہی ہو؟''

''مجھ سے جو ایکسیڈنٹ ہوا۔'' اس بار وہ روئے بغیر مگر بے بس بھرائی آواز میں بولی۔ ''اس کی فوٹیج کسی نے وائرل کر دی آتش..... ہمیشہ کی طرح کامیابی ملنے سے پہلے ہی مجھ سے روٹھ گئی۔''

www.zemtime.com

''ہوں.....'' آتش نے ماجرا جان کر پہلو ضرور بدلا مگر چہرے کے پرسکون تاثرات میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔

''کل تک وہ لوگ کہ جنہیں میری فلم کا بے تابی سے انتظار تھا، آج اسی فلم کے بائیکاٹ کا انسٹا، فیس بک، ٹوئٹر..... ہر جگہ ٹرینڈ چلا رہے ہیں۔''

اس نے نڈھال ہو کر سر دونوں ہاتھوں پر گرا دیا۔

''چلانے دو ٹرینڈ.....'' آتش بغور اسے دیکھتا ہوا مطمئن سے لہجے میں بولا۔

''ان باتوں سے اب تمہیں کیا فرق پڑ جائے گا، کیوں کہ فلم تو ریلیز کے لیے تیار ہے۔''

''فلم تو تیار ہے۔'' وہ سر ہاتھوں سے اٹھا کر اسے پریشان نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''پر ساکھ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے آتش..... جو بقول فصیح کے..... میری وجہ سے ان سب کی داؤ پر لگ چکی ہے اور پھر اسی طرح کے مخالف ٹرینڈز کی وجہ سے پراجیکٹ کی مارکیٹنگ بڑی دشوار ہو جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب میں کیا کروں..... پر جی تو چاہ رہا ہے کہ اپنی جان دے دوں.....'' آتش مدھم سا مسکرا کر بولا۔ ''اسے کتنی بار دینے کی کوشش کرو گی؟''

''تو تم ہی بتا دو پھر اور کیا کروں؟'' وہ بے چارگی سے بولی۔

''ذرا دم لو۔'' یک بیک آتش کی عقابی آنکھوں کی چمک دو آتشہ ہو گئی۔ ''ابھی بتاتا ہوں کہ کرنا کیا ہے؟''

☆☆☆

''وریٰ کی بچی نے سچویشن اتنی آکورڈ کر دی تھی کہ مجبوراً ہم سب کو مفتاح کے دوست کی گاڑی میں بیٹھنا ہی پڑا۔''

سہراب اپنی گاڑی میں ان سب کو گھر ڈراپ کر کے مفتاح کو ساتھ لیے کسی مکینک کی تلاش میں جا چکا تھا اور اب لاؤنج میں بیٹھ کر شریفہ اور عارفہ کو لائے گئے جوتے دکھاتے ہوئے عینا گھر واپسی کی روداد ان کے گوش گزار کر رہی تھیں۔

''کوئی تمیز، تہذیب ہے بھی تمہیں کہ نہیں۔'' شریفہ نے واثلہ کا سنہری کھسہ پلٹ کر تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہوئے وریٰ کو گھرکنا ضروری خیال کیا۔ ''کسی راہ چلتے نے یوں ہی منہ دیکھے کو مدد کے لیے کہہ دیا اور تم منہ اٹھا کر اس کی گاڑی میں جا بیٹھیں۔''

''گاڑی میں تو سب ہی بیٹھ گئے تھے۔'' شادی میں پہننے کے لیے خریدے اپنی گلابی سینڈل جوش و خروش سے عارفہ کو دکھاتی وریٰ کا منہ، شریفہ کی جھاڑ کھا کر مارے طیش کے سرخ ہو گیا۔ ''پھر آپ صرف مجھے ہی کیوں باتیں سنا رہی ہیں۔''

''اوں..... ہوں.....'' اس سے پہلے کہ قہر آلود نگاہوں سے اسے مسلسل گھورتی شریفہ، دوبارہ اسے کچھ سخت سست کہہ پاتیں۔ عارفہ درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے نرمی سے روہانسی وریٰ کا گال تھپک کر بولیں۔

''باتیں نہیں سنا رہیں تمہیں بیٹا! تمہاری بڑی ہیں۔ اسی لیے تمہیں سمجھا رہی ہیں کہ تمہارا طرز عمل نامناسب تھا۔''

''خیر..... خیر جو بھی تھا۔'' عینا بات کو کسی اور رخ پر جاتا دیکھ کر اکتاہٹ سے جوتے کے بکھرے ڈبے یک جا کرتی ہوئی بولیں۔

''اچھا ہی ہوا کہ ہم مفتاح کے دوست کی گاڑی میں بیٹھ کر گھر آ گئے۔ اگر مفتاح کے آسرے پہ رہتے تو یقیناً ابھی بھی وہیں کھڑے ہوتے۔''

www.zemtime.com

☆☆☆

کل سید صاحب کی واپسی تھی۔ سو آج کا یہ دن انہیں بڑا بے کیف اور بھاری سا لگ رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اب اکیلے وہاں رہ رہ کر تھک رہے تھے اور جمے جمائے کاروبار کو وہاں سے یہاں منتقل کرنے کے آثار فی الحال دور دور تک نظر نہ آتے تھے۔ سو چار و ناچار انہیں اپنے دل پر کوہ گراں دھر کر واپس جانا ہی تھا۔ لہٰذا وہ جا رہے تھے۔

اپنا سامان ہمیشہ وہ خود ہی باندھا کرتے تھے۔ سو یہ کام بھی وہ وقت پر کر کے اب گھر آئے، عزیز و اقارب سے الوداعی ملاقات میں مصروف تھے۔ عشائیے کے بعد کہیں جا کر گھر مہمانوں سے خالی ہوا تب انہوں نے اپنے سارے بچوں کو کمرے میں طلب کیا اور فرداً فرداً انہیں مخاطب کر کے نصیحتیں کرنے لگے۔

''شاکر..... تم دل لگا کر پڑھو۔'' وہ سامنے صوفے پر سعادت مندی سے بیٹھے شاکر کی جانب دیکھ کر بولے۔ ''اور اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کا ہر ممکن خیال رکھا کرو، اور ظاہر تم.....''

اب کی بار انہوں نے موڑھے پر براجمان ظاہر کی سمت دیکھا۔

''تم گھر کے اندر باہر کے معاملات میں اپنی والدہ اور شاکر کی بھرپور اعانت کیا کرو۔ دیکھو، میرا ارادہ ہے کہ تمہیں یہیں کوئی کاروبار کروا دوں۔

اور عامر تم.....'' انہوں نے سر جھکا کر میسنے بنے کھڑے عامر پر ایک سخت ناپسندیدہ تنبیہی نگاہ ڈالی۔ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اپنے چھوٹے بھائی بہنوں پر رعب جمانے کا بڑا شوق ہے اور پھر تم پڑھائی سے بھی جی چراتے ہو۔ یہ کوئی عمدہ بات نہیں، سو باز آ جاؤ اپنی حرکتوں سے۔''

ان کی فہمائش پر اس نے جز بز ہو کر پہلو ضرور بدلا مگر اپنی صفائی میں کچھ بھی کہنے سے گریز ہی کیا کہ جانتا تھا کہ مقابل کوئی اور نہیں خود اس کے والد محترم ہیں جنہیں والدہ کی طرح چکر دینا آسان نہیں۔ جب کہ سید صاحب اب شاکر کے برابر میں براجمان اپنی دختران سے مخاطب تھے۔

''میری بالی اور شونا تو زیادہ پڑھ نہ سکیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ تم گھریلو امور کی انجام دہی کے ساتھ ہی ساتھ خوب اچھی طرح تعلیم بھی حاصل کرو۔''

''مگر ہماری اماں تو کہہ رہی تھیں کہ بس اب رشتہ دیکھ لو۔ نغمی کے لیے..... بلکہ وہ جو اجن بھیا کا بڑھکا (بڑا لڑکا) ہے نا..... سلیم، اس کے لیے کہہ بھی رہی تھیں۔'' فیروزہ نے بتانا ضروری سمجھا۔ پر سید صاحب کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

''ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے اپنی بیٹیاں بیاہنے کی۔'' وہ سخت برہمی سے بولے۔ ''جب وقت آئے گا نغمی کا تب ہم خود دیکھ لیں گے۔ فی الحال اسے پڑھنے دو اور یہ تم کیوں بسور رہے ہو طاہر میاں تمہیں کیا ہوا؟''

بولتے بولتے اچانک ہی ان کی نگاہ، فیروزہ کے بائیں جانب بیٹھے، بڑے اہتمام سے برے برے منہ بناتے پندرہ برس کے طاہر پر پڑی تھی۔ وہ جو فطرتاً دبو سا تھا، سید صاحب کی سخت نگاہوں کی تاب نہ لا کر سہم گیا۔

''کک..... کچھ نہیں ابو.....'' اس نے سراسیمگی سے گویا اپنی چہرے کے تاثرات کی وضاحت دیتے ہوئے کہا۔ ''وہ..... مجھے..... دراصل نیند نہیں آ رہی تھی۔''

''ہاں۔'' کوئی اور وقت ہوتا تو نیند آنے کے باوجود ہنوز یہاں جمے رہنے کی پاداش میں اس کی سرزنش یقینی تھی پر اس سمے معاملہ ذرا دوسرا تھا سو سید صاحب دیوار گیر گھڑی کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کے سے انداز میں بولے۔

www.zemtime.com

''وقت بھی تو بہت ہوگیا ہے۔ چلو بچوں، جاؤ اب جا کر سو جاؤ۔ سویرے میری فلائٹ ہے۔ اس لیے میں علی الصبح ہی گھر سے نکل جاؤں گا۔ وہاں پہنچ کر خط لکھ دوں گا۔ پرشا کر تم اب فوراً سے پیش تر گھر میں فون لگوانے کا بندوبست کرو۔ اور بھئی عیسیٰ! یہ تم کیوں ایسے گم صم اور اداس دکھائی دے رہے ہو۔''

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر فیروزہ کے پہلو سے جڑے بیٹھے عیسیٰ کا دایاں گال تھپتھپا کر بولے تو وہ شرما کر فیروزہ کی اوٹ میں ہوگیا۔

اور انہیں بتا ہی نہ سکا کہ دراصل وہ کیوں اداس تھا؟

☆☆☆

''صبح و شام کے اس سلسلے کو اگر زندگی کہتے ہیں تو ہاں..... میں ابھی زندہ ہوں..... مگر اس حال میں کہ اگر جو مردہ تن مجھے دیکھ لیں تو خود پر رشک کریں۔''

وہ اب سے کچھ دیر قبل، اٹیچڈ باتھ سے نہا کر نکلی تھی۔ نیم گرم پانی سے کیے گئے غسل نے اس کے مزاج پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ تب ہی وہ کندھے تک آتے اپنے بے ترتیب نم بالوں کو دوپٹے سے ڈھک کر عقبی لان میں کھلنے والی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی اور اس پر پڑا بھاری دبیز پردہ ذرا سا ہٹا کر باہر پھیلی دھوپ کو دیکھ کر سوچے گئی۔

''ارے واہ، تم اتنی جلدی نہا کر آ گئیں۔'' نرس صوفیہ باہر سے دوپہر کے کھانے کی ٹرے لے کر لوٹی تھی۔ اسے صاف ستھرے حلیے میں کھڑکی میں کھڑا دیکھا تو خوش گواریت سے بے ساختہ بولی۔ ڈاکٹر امجد کی ہدایت کے بعد جب تا حال وہ یہیں تھی کہ ان کے مطابق تنہائی کا احساس مریض کے ذہن پر منفی اثرات مرتب کر سکتا تھا۔

''ہاں.....'' اتنے دنوں کے مستقل ساتھ نے نرس صوفیہ سے اسے کچھ نہ کچھ مانوس تو بہر حال کر ہی دیا تھا۔ تب ہی اس کی چہکتی آواز سن کر بنا ڈرے یا گھبرائے وہ میکانکی انداز سے اس کی جانب پلٹ کر سپاٹ لہجے میں بولی۔

''میرے کون سے لمبے بال ہیں جو نہانے میں دیر لگتی۔''

''سو تو ہے۔'' صوفیہ سر ہلا کر بولی پھر سر تا پا اس کا جائزہ لیتی ہوئی کہنے لگی۔

''شکر ہے سوٹ تمہیں فٹ آ گیا۔ میں نے تو اندازے سے ہی منگوالیا تھا۔''

''تمہارا شکریہ۔'' وہ کسی روبوٹ کی مانند بولی تھی۔ صوفیہ نے اس کے تاثرات سے قطعاً عاری لہجے پر ایک لمحے کو غور کیا۔ جیسے کسی سوال نے سر اٹھایا تھا اس کے من میں..... مگر پھر دوسرے ہی لمحے وہ سر جھٹک کر بولی۔

''شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ آخر انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔''

''نہیں صوفیہ!'' وہ ایک دم وحشت زدہ دکھائی دینے لگی۔ ''ہر انسان دوسرے کے کام نہیں آتا۔ کچھ کام تمام بھی کر دیتے ہیں۔''

''چلو چھوڑو یہ باتیں۔'' صوفیہ نے اس کی آنکھوں سے مترشح دیوانگی دیکھ کر جلدی سے موضوع بدل دیا۔

''آؤ، کھانا کھالو۔'' وہ ٹرے صوفے کے سامنے دھری لکڑی کی چھوٹی سی میز پر دھرتے ہوئے بیٹھ گئی۔ تب دھیرے دھیرے چلتی وہ بھی ساتھ آ بیٹھی اور ابھی اس نے پہلا نوالہ توڑا ہی تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔

صوفیہ نے چونک کر اپنی روٹی ٹرے میں رکھ دی اور جا کر دروازہ کھولا۔

''لڑکی کو سر آتش نے طلب کیا ہے۔'' سامنے ہی پشت پر ہاتھ باندھے نظریں جھکائے مگر چوکس خاقان کھڑا کہہ رہا تھا۔ ''اسے میرے ساتھ جانا ہوگا۔''

www.zemtime.com

☆☆☆

''سہراب کہنے لگا۔تمہارے پاپا کا شوروم ہے اور تم یہ کھٹارا لیے پھرتے ہوں۔کیا بتاؤں یار! کتنا شرمندہ ہوا ہوں میں آج اس کے سامنے۔''

مفتاح گاڑی کی مرمت کروا کر عشاء کے بعد گھر لوٹا تھا۔رات کے کھانے میں ابھی کچھ دیر تھی، سو وہ رجا کو چائے کا کہہ کر فریش ہونے چل دیا۔لوٹا تو صوفے پر براجمان شریفہ خطرناک تیور لیے اس کی منتظر تھیں۔

سامنے کھلے ٹی وی پر ڈراما لگا ہوا تھا جسے مہرو اور واشلہ دنیا و مافیہا سے بے خبر دل و جان سے دیکھنے میں مصروف تھیں۔رجا اندر باورچی خانے میں عارفہ کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری کو اختتامی شکل دینے میں جتی تھی۔عارف احمد حسب عادت دفتر سے لوٹنے کے بعد کچھ دیر آرام کر کے اب لیاقت بیگم کے کمرے میں ان کے ساتھ معمول کی گفت و شنید میں مشغول تھے۔عینا اپنے کمرے میں تھیں جب کہ عباد آج اب تک گھر نہیں لوٹے تھے اور ارصم تو خیر آتا ہی دیر سے تھا اور رہی وری.....

تو وہ اپنی گاڑی میں جا بیٹھنے والی حرکت پر لیاقت بیگم سے ٹھیک ٹھاک صلواتیں سننے کے بعد اپنے کمرے میں اٹوائی کھٹوائی لیے پڑی تھی۔

تب ہی مفتاح، شریفہ کے کسی بھی سوال سے پیش تر از خود بتانے لگا۔

''شرمندگی کے بجے۔'' شریفہ جو اس وقت یہاں اس کی گوشمالی کی خاطر بیٹھی تھیں، اس کی ''دکھ بھری کہانی'' سن کر چراغ پا ہو گئیں۔''تو تمہیں کہا کس نے تھا کہ باپ کی مہینوں بند کھڑی رہنے والی کھٹارا میں بھر کر ان سب کو لے جاؤ۔'' لفظ کھٹارا انہوں نے بہت چبا چبا کر ادا کیا تھا۔

مفتاح منہ بنا کر بولا۔

''تو پھر اور کس میں لے جاتا؟''

''شہر بھرا پڑا ہے، اللہ مارے رکشے ٹیکسیوں سے۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولیں۔''کسی میں بھی لے جاتے۔''

''جب بھی دیں گی اپنے ظاہری حلیے کے برعکس غریبانہ مشورہ ہی دیں گی۔'' مفتاح تاسف سے انہیں دیکھ کر بولا۔''آپ پاپا سے کہہ کر مجھے کوئی لینڈ کروزر کیوں نہیں دلوا دیتیں؟''

''ہاں گجے رکھے ہیں نا باپ کے پاس۔'' وہ ہتھے سے اکھڑتی ہوئی بولیں۔''کاروبار میں باپ کا ہاتھ بٹاتے موت آتی ہے اور فرمائشیں سنو صاحب زادے کی۔''

''فرمائش تو نہیں، ایک جائز مطالبہ کر رہا ہوں۔'' سچی بات ہے، اپنے ساتھ انٹر کرنے والے سہراب خان زادہ کو آج کش پش گاڑی اڑاتے دیکھ کر اس کے دل کو عجیب طرح سے غم لگا تھا۔

''نانہجار.....'' وہ غصے سے بولیں۔''ادھر بہن کے بیاہ کے خرچے پورے نہیں ہو رہے اور تجھے جائز مطالبوں کی سوجھ رہی ہے۔جا..... جا کر اندر لیٹے اپنے باپ سے جا کر یہ جائز مطالبہ کر کے دیکھ ذرا۔ارے یہ تو میں تھی جو کھاتے پیتے گھر کی ہونے کے باوجود اس کنجوس شخص کے ساتھ۔''

''رجا..... چائے رہنے دو۔میں اوپر جا رہا ہوں۔'' شریفہ شروع ہو چکی تھیں۔سو اس نے کھسک جانے ہی میں عافیت جانی۔

''واشلہ! کیا کان پھاڑے گی۔آواز کم کر دے ٹی وی کی۔''

مفتاح تو جا چکا تھا۔وہ اب سامنے بیٹھی واشلہ کو دیکھ کر شروع ہو گئیں۔

☆☆☆

آج بڑے دن بعد نیلی جلد والے البم پر قسمت مہربان ہوئی تھی۔

www.zemtime.com

سو اس نے بھی موقع غنیمت جانا اور خود کو کھولنے والے کا ہاتھ تھام کر جھٹ سے اسے ایک منظر کا حصہ بنا ڈالا۔

یہ وقت شام کے دھندلکے کا تھا۔ یا خدا جانے اس روز موسم ہی ابر آلود تھا کہ ہر شے پر سرمئی غبار سا چھایا محسوس ہو رہا تھا۔ ایسے میں آٹھ برس کا عیسیٰ اپنے ہاتھوں میں چھوٹی سی آب دار ٹرافی لیے بڑا شاداں و فرحان سا فیروزہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

''یہ دیکھیے امی!'' وہ خوشی سے کھنکتی آواز میں زور سے بولا۔ ''میں اپنی کلاس میں فرسٹ آیا ہوں۔''

''ارے واہ، واہ۔'' فیروزہ جو آپا جن (رشتہ کروانے والی خاتون) کی شاکر کے لیے لائی گئی لڑکیوں کی بلا مبالغہ تین درجن تصویروں کو دیکھنے میں منہمک تھیں۔ عیسیٰ کی آواز پر چونک کر تصاویر ایک جانب کرتی ہوئی خوشی سے لبریز لہجے میں بولیں۔

''یہ تو بڑا کام کر لیے تم..... یہ لو تمہارا انعام۔'' انہوں نے جھٹ اپنے سرہانے کے نیچے سے چند سو برآمد کر کے اسے تحفتاً تھما دیے۔

''پڑھایا تو اسے میں نے ہے۔'' نغمی پھیلی ہوئی تصاویر کو احتیاط سے یکجا کر کے دوبارہ ملفوف کرتی ہوئی شرارتاً بولی۔ ''دو تین سو روپے بطور انعام مجھے بھی عنایت کر دیں۔ بلکہ لاؤ عیسیٰ! ایسا کرو یہ روپے تم مجھے ہی دے دو۔ تم تو ابھی چھوٹے ہو نا، تمہیں ان روپوں کی کیا ضرورت؟''

''نہیں۔'' اس نے جلدی سے روپے اپنی پتلون کی جیب میں گھسیڑتے ہوئے کہا۔ ''میں ان سارے پیسوں کی آئس کریم کھاؤں گا۔''

اس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ نغمی، شانی کے ساتھ ساتھ فیروزہ بھی بے ساختہ مسکرا دیں۔

''ہاں، ہاں کھا لینا بابو!'' وہ دلار سے اسے پچکار کر بولیں۔

پھر شانی کی طرف دیکھ کر کہنے لگیں۔

''شانی! تم اپنا کمرہ (کیمرہ) لا کر بابو کا ایک فوٹو تو بنا دو۔''

''ابھی لائی۔'' شانی کو تو اللہ موقع دے، چنانچہ پھرتی سے فیروزہ کے حکم کی تعمیل کو دوڑی گئی۔ اور ابھی وہ واپس پلٹی نہ تھی کہ ظاہر کمرے میں داخل ہوئے اور فیروزہ سے مخاطب ہو کر بڑے مصروف سے لہجے میں بولے۔

''امی! میں کل ڈھاکہ جا رہا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی سامان بھجوانا ہے تو ابھی بتا دیں۔''

''کیا بولے؟'' فیروزہ کو لگا جیسے ان کی سماعت نے انہیں دھوکا دیا ہو۔ تب ہی تعجب سے ظاہر کا سنجیدہ چہرہ دیکھنے لگیں۔ ان کے استفسار پر ظاہر نے سابقہ لہجے میں اپنی بات دہرا دی تب وہ گھبراہٹ زدہ سے لہجے میں ایک دم بولیں۔

''کل ڈھاکہ جا رہے ہو تم..... پر کاہے کے لیے بابو!''

نغمی بھی یہ اطلاع سن کر متفکر ہو گئی۔ تاہم اس نے کوئی بھی سوال کرنے سے گریز کیا۔

''بس کوئی ضروری کام ہے۔ اسی لیے ابو نے فوراً بلوایا ہے۔ شاکر بھائی کے تو امتحانات ہیں ورنہ وہی جاتے۔'' انہوں نے گول مول سی تفصیل بتائی جس سے وہ مزید پریشان ہو اٹھیں۔

''ابو کب بلوا لیے تم کو؟'' وہ پریشان نظروں سے اس کا چہرہ تکنے لگیں۔ ''اور تم نے ہمیں کیوں نہ بتایا؟''

اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ پچھلے چند ہفتوں سے سید صاحب مسلسل صاحب فراش تھے اور ان حالات میں کارخانے کے معاملات وہاں تن تنہا سنبھالنا ان کے لیے دشوار تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ لہٰذا بہت بے بس ہو کر انہوں

www.zemtime.com

نے ظاہر کو وہاں طلب کیا تھا۔ خیال یہی تھا کہ جوں ہی ان کی طبیعت ذرا سنبھلی وہ اسے واپس یہیں بھجوا دیں گے اور یہ ساری تفصیل فیروزہ سے مخفی رکھنے کی انہوں نے بطور خاص شاکر اور ظاہر کو تاکید کی تھی۔ سو ان ہی کی ہدایت کے بعد جب ظاہر انہیں بس اسی قدر مطلع کر رہا تھا کہ جس قدر ناگزیر تھا۔

''ابھی بتا تو رہا ہوں۔'' وہ بولے تو فیروزہ برہم ہو گئیں۔

''دیکھو، سچ سچ بتائے دو ہم کو..... وہاں سب خیر خیریت تو ہے نا؟''

''ارے بھئی ہاں..... ہاں سب خیریت ہے۔'' وہ فیروزہ کا ہراساں چہرہ دیکھ کر ان کے نزدیک آ بیٹھے اور دایاں بازو ان کے کندھے پر پھیلا دیا۔

''دیکھیے امی! بات دراصل یہ ہے کہ کام اب وہاں ماشاء اللہ بہت پھیل گیا ہے..... اور اب ابو کو کسی قابل بھروسا مددگار کی ضرورت ہے۔''

''ضرورت تو ہوگی۔'' وہ ظاہر کے مطمئن کرنے پر کسی قدر طمانیت سے بولیں۔ ''وہ کہتے نہیں، پر ہمیں احساس ہے کہ مسلسل کام کر کر کے اب وہ تھکنے لگے ہیں۔''

''جی۔'' ظاہر نے تائید اً سر ہلایا۔ ''کچھ یہ بات بھی ہے، بس تو پھر آپ بتا دیں اگر کوئی سامان وغیرہ بھجوانا چاہتی ہوں تو.....''

''ارے، عیسیٰ کہاں گیا؟'' شانی اپنا کیمرہ لے آئی تھی اور اب اسے یہاں نہ پا کر مستفسر تھی۔ اپنی باتوں میں الجھ کر ان لوگوں نے دھیان ہی نہیں دیا کہ عیسیٰ تو کب کا کمرے سے جا چکا تھا۔

ہاں مگر اس کی ٹرافی..... وہ فیروزہ کی سنگھار میز پر دھری تھی۔

☆☆☆

''سر آتش نے تمہیں طلب کیا ہے۔'' صوفیہ، خاقان کی زبانی آتش کا پیغام سن کر دروازے سے پلٹی اور اس کے نزدیک آ کر لہجے کو دانستہ سرسری بنا کر نرم روی سے اسے مخاطب کرتی ہوئی بولی۔

''ہمیں جانا ہوگا۔''

''جانا ہوگا؟'' وہ جو پہلے ہی لقمے زہر مار کر رہی تھی، یہ سن کر کھانے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے قدرے پریشانی سے بولی۔ ''مگر کہاں جانا ہوگا؟''

''بتایا تو ہے کہ سر آتش نے تمہیں اندر بلوایا ہے۔'' صوفیہ اب اس ذمہ داری سے تھکنے لگی تھی تب ہی کوفت زدہ لہجے میں بولی۔ ''وہیں جانا ہوگا۔''

''کون سر آتش؟'' اگلا سوال آنکھوں میں زیادہ الجھن بھر کر پوچھا گیا تھا۔ صوفیہ کو حیرت ہوئی۔

''تم سر آتش کو نہیں جانتیں؟''

جواباً جن نظروں سے اس نے صوفیہ کو دیکھا.....

''یہ گھر جہاں ہم اس وقت موجود ہیں۔'' وہ اس کی ذہنی کیفیت کا احساس کر کے خود کو ملامت کرتی ہوئی جلدی سے بتانے لگی۔ ''یہ ان ہی کی ملکیت ہے۔ وہ ملک کے بہت مشہور موٹی ویشنل اسپیکر اور اسکالر ہیں۔''

''پر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟''

''اس بارے میں، میں کیا بتا سکتی ہوں۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔ ''مجھے تو بس اتنا ہی حکم ملا ہے کہ میں تمہیں لے کر اندر چلی آؤں۔''

''حکم ملا ہے؟'' وہ یہ سن کر کھوئے کھوئے سے لہجے میں زیر لب بڑبڑائی۔

''حکم ملا ہے تو پھر چلو۔''

www.zemtime.com

وہ نرس صوفیہ کے خدشات کے برعکس بنا مزاحمت اپنی نشست سے ایک دم اٹھتے ہوئے بڑے آرام سے اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئی۔ تب اس نے ایک اطمینان بھری سانس لبوں سے خارج کی اور دروازے کی سمت قدم بڑھا دیے۔

☆☆☆

''یہ کیا ہے؟'' روئی روئی آنکھوں اور سُتے ہوئے چہرے والی وریٰ سے ہوم ورک کی بابت استفسار پر اس نے جو کچھ عیسیٰ کے ہاتھوں میں تھمایا، اسے پڑھ کر اس نے بہت سنجیدگی سے وریٰ کی جانب دیکھ کر استفسار کیا تھا۔

''آپ نے ڈھاکہ فال پر مضمون لکھنے کو کہا تھا۔'' وریٰ جو پچھلی رات ایک بار پھر افسردگی کا اشتہار بنی رہی تھی جواباً آہستگی سے بولی۔ ''وہی ہے۔''

''پڑھ کر سناؤ۔'' اس نے سامنے کھلا ہوا رجسٹر کا صفحہ وریٰ کے آگے کرتے ہوئے تحکم سے کہا۔ وریٰ نے بے دلی سے رجسٹر تھام لیا اور......

ایوری نائٹ ان مائی ڈریمز
آئی سی یو، آئی فیل یو

''مارے گئے۔'' وہ مارے خفت کے سن ہوگئی۔ دراصل وہ کل ایف ایم سن کر اپنا غم غلط کرتی رہی تھی۔ یہ نغمہ کل وہیں لگا تھا۔

''ڈھاکہ فال کے پس منظر میں آپ نے یہ نغمہ تحریر کیا ہے؟'' وہ شرمندگی سے جھکا ہوا اس کا سر دیکھ کر طنز آمیزی سے بولا۔ ''یا پھر اس نغمے کی بدولت ڈھاکہ فال کی نوبت آئی تھی؟''

''سوری سر!'' وہ جلدی جلدی صفحات پلٹتے ہوئے شرم سار سے لہجے میں بولی۔ ''دراصل...... میں نے لکھا تو اسی میں تھا پر......''

''لکھا تھا تو کہاں ہے؟'' اس نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

''میں ڈھونڈ رہی ہوں۔''

''دیکھو بدرالوریٰ!'' وہ خشک سے لہجے میں بولا۔ ''مجھے صاف صاف بتادو کہ پڑھنے کا ارادہ ہے یا پھر محض وقت گزاری کررہی ہو۔''

''سر! میں نے لکھا تھا۔'' وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔ ''پر شاید کھو گیا۔''

''آپ غلط بیانی کررہی ہیں وریٰ!'' اسے غصہ آنے لگا۔ ''دراصل مضمون آپ نے لکھا ہی نہیں۔''

''آپ کو کیسے پتا؟'' بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔

''اتنے عرصے سے پڑھا رہا ہوں۔'' وہ پھسل جانے والی زبان خجالت سے دانتوں میں دبائے بیٹھی وریٰ کو دیکھ کر بولا۔

''نکمّے، نالائق اسٹوڈنٹس کے پاس ایسے کئی بہانے ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک اس وقت آپ کررہی ہیں۔''

''بہانا نہیں کررہی۔'' نکمّی، نالائق کا خطاب ملنے پر وہ تڑپ کر بولی۔

''لکھنے بیٹھی تھی...... پر بہت رونا آرہا تھا تو لکھا ہی نہیں گیا۔ یہ دیکھیں۔''

اس بار اس نے اپنی صداقت ثابت کرنے کو واقعی آنسوؤں کے نشانات سے مزین صفحہ کھول کر اسے دکھا دیا۔

www.zemtime.com

''پوچھ سکتا ہوں کہ یہ بن بادل برسات کیوں ہو رہی تھی؟'' وہ اس کے ثبوت مہیا کرنے پر خفیف سا مسکرا کر بولا۔

''نانی بیگم نے کل پھر مجھے بہت ڈانٹا۔''

''کس بات پر؟''

''وہ کل ہم جوتے.....'' وہ ساری تفصیل اس کے گوش گزار کرنے کے بعد بڑی معصومیت سے پوچھنے لگی۔

''اب آپ ہی بتائیے، اگر میں اس کی گاڑی میں جا بیٹھی تو اس میں کون سی قیامت آ گئی؟ ان سب کو تو بس بہانا چاہیے ہوتا ہے مجھے ڈانٹنے کا۔''

''سب کو؟'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''نہیں، سب کو تو نہیں۔ بس وہ لیڈی شریفہ اور نانی بیگم۔'' وہ جیسے سوچتے ہوئے بولی۔

''بڑے جو کہتے ہیں، بھلائی ہی کے لیے کہتے ہیں۔'' وہ ناصحانہ بولا۔

''پر صرف مجھے ہی کیوں کہتے ہیں؟'' اس نے منہ بسور کر کہا۔

''اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو خود اپنے آپ کو اینالائز کرو۔''

''وہ کیسے؟''

''اللہ سے مدد مانگ کر۔'' وہ نرمی سے بولا۔ ''اس سے مانگو کہ میری برائیوں پر سب سے پہلے میری ہی نگاہ پڑے تاکہ میں کسی اور کی نشان دہی سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر سکوں۔''

''اچھا۔'' اسے حیرت ہوئی۔ ''تو اللہ سے یہ دعا بھی مانگی جاتی ہے؟''

''ہاں تو.....'' وہ اس کے تحیر پر مسکرا دیا۔ ''تم کیا مانگتی ہو دعاؤں میں۔''

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ کیا مانگتی ہے دعاؤں میں۔

ہاں..... اسے کیا بتاتی.....

☆☆☆

''حالات بہت بگڑ رہے ہیں یہاں..... وقتاً فوقتاً غیر بنگالیوں کی زمین جائیداد ہتھیانے کے ہتھکنڈے جاری رکھتے ہیں یہ لوگ۔''

یہ منظر کسی تصویر میں نہیں بلکہ اس کے ذہن کے کسی نہاں گوشے میں محفوظ تھا اور وہ دیکھ رہا تھا تصور کی آنکھ سے ظاہر کو، سید صاحب کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے۔

ظاہر کو ڈھاکہ پہنچے آج دوسرا روز تھا۔ یہاں اب ان کا گھر شادمان میں تھا کہ جہاں سید صاحب نے اپنے کسی دور دراز کے چچازاد بھائی کے خاندان کو بسا رکھا تھا کہ الگ سے مکان لے کر رہنے کی اس کی استطاعت نہ تھی۔ پھر انہیں بھی دوسرا ہٹ ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ اپنے کمرے کے سوتی سفید چادر سے ڈھکے پلنگ پر نیلی سفید ڈبیوں والی تہبند اور ململ کا نفیس ملائم کرتا زیب تن کیے بیٹھے گمبھیرتا سے ظاہر کو یہاں کے دگرگوں حالات کی بابت آگاہ کر رہے تھے۔

''ہمارا جو فورمین ہے مشفق.....'' وہ بتانے لگے۔ ''مجھے اس کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے۔ اطلاعات ہیں کہ خام مال کی خرد برد میں اس کا ہاتھ ہے، مگر چوں کہ ملازمین کی بڑی تعداد کو اس نے اپنا ہم نوا بنا رکھا ہے سو بنا ثبوت اس سے باز پرس آسان نہیں ہوگی۔''

''تو پھر اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟'' ظاہر کو اندازہ ہی نہ تھا کہ یہاں حالت اس نہج پر پہنچ چکے ہیں، سو از حد فکر

www.zemtime.com

مندی سے بولا۔
''کچھ نہیں۔'' سید صاحب اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر بردباری سے مسکرائے۔ ''دراصل مجھے تنہا اور ناتواں دیکھ کر بدبختوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے، چنانچہ آئے روز نت نئے مطالبات و ہڑتالوں کی دھمکی دے کر مجھے پریشان کرتا ہے مگر اب تم آ گئے ہو نا..... غالب امکان یہی ہے کہ یہ اب اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں گے۔''

اور اسے تسلی دیتے وقت انہیں گمان تک نہیں تھا کہ زندگی میں پہلی بار ان کا اندازہ سراسر غلط ثابت ہونے والا تھا۔

☆☆☆

''آداب سر آتش!'' وہ اور صوفیہ، خاقان کی معیت میں آتش کے روبرو حاضر تھیں۔ صوفیہ نے تو اندر داخل ہوتے ساتھ ہی بڑے ادب اور تعظیم سے اسے آداب کیا پر وہ لڑکی گویا ہر شے سے بے نیاز و لاتعلق سی ہو کر کسی بت کی مانند ایک جانب ایستادہ ہو گئی۔
''تسلیمات۔'' آتش جواب اپنی لکھنے کی میز سے اٹھ کر کتابوں کی الماری کے سامنے رکھے سرمئی دھاری دار نفیس دو بیز صوفوں پر آ بیٹھا تھا۔ متانت سے سر ہلا کر جواباً گمبھیرتا سے بولا۔
''ہم نے تو صرف اس لڑکی کو طلب کیا تھا، بہتر ہو گا کہ آپ باہر تشریف لے جائیں۔''
''لیکن سر.....!'' صوفیہ اسے براہ راست خود سے مخاطب دیکھ کر بوکھلا سی گئی۔ ''وہ ڈاکٹر امجد کی ہدایت کے مطابق.....''
''ڈاکٹر امجد سے میری بات ہو چکی ہے۔'' وہ بظاہر نرمی سے اس کی بات درمیان ہی سے قطع کرتا ہوا بولا۔ ''سو آپ فکرمند نہ ہوں۔''
''خاقان! انہیں باہر لے جاؤ۔'' اس نے بولتے بولتے نگاہوں کا زاویہ بدل کر ہوشیار باش کھڑے خاقان کو دیکھ کر معنی خیز سے لہجے میں کہا۔
''ہم لڑکی سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''
''جو حکم سر آتش!'' خاقان اپنے سر کو تعظیماً ذرا سا خم کر کے صوفیہ کی جانب مڑا۔ ''چلیے صوفیہ!''
اور اس کے سرد لہجے نے صوفیہ کو باور کروا دیا کہ اب مزید کسی بات کی گنجائش نہیں۔ سو اس نے ایک سرد سی سانس اپنے لبوں سے خارج کی اور ایک خاموش الوداعی نگاہ ہنوز ساکت و جامد کھڑی اس عجیب لڑکی پر ڈالی۔ پر وہ متوجہ نہیں تھی۔ سو وہ حکم کی تعمیل کو منتظر کھڑے خاقان کے ساتھ اسٹڈی روم کا دروازہ عبور کر گئی اور ان کے کمرے سے نکلتے ہی اتنی دیر سے سرتاپا اضطرار کا استعارہ بنی بیٹھی بی زی برق رفتاری سے اپنی نشست سے اٹھی اور لپک کر اس تک آتے ہوئے بے تابانہ گویا ہوئی۔
''تم یہاں اس طرح کیوں کھڑی ہو؟ دیکھو، آؤ..... میرے ساتھ آ کر بیٹھو۔'' اس نے بولتے ہوئے اس کا سرد ہاتھ تھاما اور لا کر صوفے پر آتش کے بالمقابل بٹھا دیا اور تب پہلی بار آتش نے دیکھا وہ چہرہ جو اتنے دن سے آتش کدے میں مہمان تھا۔
''دیکھو..... یہ سر آتش ہیں۔'' بی زی بعجلت اسے بتانے لگی۔
''اور مجھے تو تم جانتی ہو نا..... میں وہی ہوں کہ جس نے تمہاری جان بچائی تھی۔''
''جی.....'' خدا جانے آتش کی روح میں اترتی نگاہ کا اثر تھا یا کیا..... وہ جو اپنے ہر احساس کو مردہ پاتی تھی، پہلی بار نامعلوم سی الجھن محسوس کرتی ہوئی میکانکی انداز سے گردن اثبات میں ہلا کر بول گئی۔

www.zemtime.com

''گڈ.....'' بی زی پرجوش سی ہو کر بولی۔ ''اب ہمیں بتاؤ کہ تم اپنی جان کیوں دینے چلی تھیں؟''

''میں جان دینے تو نہیں چلی تھی۔'' وہ کھوئے کھوئے سے مدھم لہجے میں بولی۔

''پھر سنسان سڑک پر اس طرح اندھیرے میں تیز رفتار گاڑی کے سامنے اچانک آجانے کا اور کیا مقصد تھا تمہارا؟'' اس کے بظاہر سپاٹ چہرے کے اتار چڑھاؤ بڑی گہری نگاہوں سے دیکھتے آتش نے اپنی گمبھیر آواز میں اس سے پہلا سوال پوچھا تھا۔

''کوئی مقصد نہیں تھا۔''

''دیکھو جو سچ ہے۔ صاف صاف بتا دو تو ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔'' بی زی نے گویا اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''میرا سچ یہی ہے کہ مجھے کچھ بھی یاد نہیں.....'' اس کا جواب ہنوز تھا۔ بی زی نے مارے طیش کے مٹھیاں بھینچ لیں۔ پر آتش تحمل سے بولا۔

''ہم نے مان لیا کہ تمہیں کچھ بھی یاد نہیں پر اتنا تو بتا دو کہ اب یہاں سے کہاں جاؤ گی؟''

''میں نہیں جانتی۔'' اس کے پتھریلے وجود پر یہ سوال کاری ضرب ثابت ہوا تھا۔ اس کا تنفس تیز ہونے لگا۔

''نام؟'' پتا نہیں یہ استفسار تھا یا؟

''نہیں جانتی.....'' بالآخر وہ چیخ اٹھی۔ ''کہا نا میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ نہ اپنا نام نہ پتا اور نہ ہی شناخت..... میں سب کچھ بھول چکی ہوں۔'' وہ شدت سے رو پڑی۔ بی زی نے پریشانی سے آتش کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا فاتحانہ مسکراہٹ گویا جس سوال کا جواب اسے درحقیقت درکار تھا۔ وہ اسے مل چکا تب ہی وہ اپنے مخصوص ساحر لہجے میں بولا۔

''دیکھو اس طرح بے چارگی سے رو رو کر خود کو ہلکان مت کرو، ہم نے مان لیا کہ تمہیں اپنے بارے میں واقعی کچھ بھی یاد نہیں، چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہم تمہیں ''نئی پہچان'' دیں گے۔ ''سودا'' منظور ہے؟''

☆☆☆

اور یہ اس نیلے البم کی آخری تصویر تھی۔

آخری تصویر..... مگر ایک نئے باب کی شروعات۔

منظر شاکر کے بیاہ کی اگلی صبح کا تھا کہ جس کی نازک اندام، حسین و تعلیم یافتہ دلہن چہرے پر دلہناپے کی تر و تازگی لیے میرون رنگ کی دیدہ زیب کانجی ورم ساڑھی میں ملفوف نظریں جھکائے اپنے نئے نویلے سسرالیوں کے جھرمٹ میں گھری بیٹھی تھی۔

قریبی رشتے داروں کی واپسی چوں کہ ولیمے کے بعد تھی سو اس وقت وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں خوب رونق لگی تھی۔

باورچی خانے میں شادی کے لامتناہی امور کی انجام دہی کے سلسلے میں رکھی جانے والی ملازمہ چنے اور آلو کی ڈھیر ساری بھجیا اور اصلی گھی میں بھنا سوجی کا حلوہ تیار کرنے کے بعد اب تندہی سے گرما گرم پوریاں اتارنے کی تیاری میں تھی۔ جب کہ دوسرے چولہے پر شانی نے چائے کا دیگچہ چڑھا رکھا تھا۔ نعمی ناشتے میں استعمال ہونے والے برتن باورچی خانے کی الماریوں سے نکال کر صاف کر کر کے انہیں میز پر دھرتی جا رہی تھی کہ تب ہی ڈرائنگ روم سے انہیں پکارا جانے لگا۔ دل تو ظاہر ہے ان دونوں کا وہیں اٹکا ہوا تھا سو دونوں اپنا اپنا کام یوں ہی ادھورا چھوڑ کر جلدی سے ڈرائنگ روم کی سمت بڑھ گئیں کہ دیکھیں وہاں کیا

www.zemtime.com

ماجرا ہے۔
''آجاؤ تم دونوں۔'' ڈھیلے ڈھالے سرمئی ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس دراز قد عامر ہاتھ میں شاکر کا کیمرہ پکڑے کھڑا تھا۔ ''میں سب کے ساتھ بھابھی کی تصویر اتار رہا ہوں۔''
''پر میرا حلیہ.....'' شانی نے اپنے پرشکن لباس پر نظر ڈالتے ہوئے انکار کرنا چاہا۔
''کچھ نہیں ہوا حلیے کو.....'' نعمی نے دھیرے سے کہا۔ ''ٹھیک ٹھاک لگ رہی ہو آجاؤ۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ان سب کے نزدیک چلی آئی۔
''تم سے بڑی میں ہوں۔'' اپنے چار سالہ چڑچڑے سے بیٹے کو قابو کرنے میں ہلکان بالی لڑاکا پن سے بولی۔
''بھابھی کے نزدیک میں بیٹھوں گی، شونا کو دیکھو، یہ بھی تو بھابھی کے بالکل ساتھ بیٹھی ہے۔''
''ہاں..... ہاں آجاؤ تم کوئی بات نہیں۔'' بادامی رنگ کے کرتے شلوار میں ملبوس نکھرے نکھرے چہرے والے شاکر مصالحت پسندی سے بولے۔ ''نعمی اور شانی تم ہمارے عقب میں آجاؤ بالی کو بیٹھنے دو بھابھی کے ساتھ۔''
''یہ ہر موقع پر لڑنے کیوں لگ جاتی ہیں؟'' شانی نے منہ بنا کر ہولے سے کہا۔
''شش..... شش۔'' نعمی اس کا ہاتھ ہولے سے دبا کر اسے لیے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔
''میں کھینچ لیتا ہوں تصویر.....'' عامر نے ابھی کیمرے کا لینس اپنی دائیں آنکھ کے نزدیک کیا ہی تھا کہ اچانک حامد (فیروزہ کے چھوٹے بھائی) بولے۔
''جاؤ تم بھی تو جا کر سب کے ساتھ تصویر بنواؤ نا.....'' اس نے انکار کرنا چاہا پر ڈرائنگ روم کے دوسرے کونے پر دھری سیٹی پر براجمان سید صاحب جو کارخانے کے امور ظاہر کے حوالے کر کے ان دنوں شاکر کی شادی کے سلسلے میں خود پاکستان آئے ہوئے تھے متانت سے بولے۔
''عامر! مان لو ماموں کی بات اور عیسیٰ! جاؤ جا کر تم بھی سب کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔'' انہوں نے ساتھ بیٹھے عیسیٰ کو بھی ادھر ہی بھیج دیا۔
''لے فیروزہ.....'' تصویر اتر واتے ہی نعمی اور شانی ترنت باورچی خانے کی جانب لوٹ گئیں۔ دیگر بھی منتشر ہو گئے۔ پر بڑے ابھی یہیں تھے۔ تب ہی فیروزہ کی والدہ لب کشا ہوئیں۔ ''تیری آنکھوں کے سامنے گھر کی مالکن گھر آ گئی خدا کی مہربانی۔''
''گھر کی مالکن نہیں ہماری ایک اور بیٹی۔'' سید صاحب یوں تو اپنی خوش دامن کے سامنے مہذب و محتاط لب و لہجے میں گفتگو کیا کرتے تھے پر اس وقت انہوں نے بات ہی کچھ ایسی قابل گرفت کر دی تھی کہ وہ ناگواری سے ان کی تصحیح کیے بنا نہ رہ سکے۔
''گھر کی مالکن یہ ہیں۔'' ان کا اشارہ یقیناً فیروزہ کی جانب تھا۔
''اور یہ ہی رہیں گی۔'' ان کے الفاظ واشگاف اور دوٹوک تھے۔ تب ہی نو بیاہتا نے اپنی حیا بار پلکیں اٹھا کر انہیں یکبارگی بڑے غور سے دیکھا اور دوبارہ نظریں جھکا لیں۔

☆☆☆

''میرا نام خولہ ہے۔ باپ میرا بچپن میں فوت ہو گیا تھا۔ ماں نے محنت مزدوری کر کے مجھے پالا پوسا پھر ایک دن وہ بھی چل بسی اور میں بھری دنیا میں تنہا رہ گئی۔'' وہ اپنے کمرے میں لوٹا دی گئی تھی..... اور اب دوپٹے سے اپنا نصف چہرہ ڈھانپے، صوفے پر بیٹھی کیمرے کے سامنے آتش کا پڑھایا گیا سبق دہرا رہی تھی کہ زندگی نے

www.zemtime.com

اس کے سامنے اور کوئی راستہ بھی تو نہ چھوڑا تھا۔ تب ایسے میں اگر وہ یہ ''سودا'' نامنظور کرتی تو اب یہاں سے کہاں جاتی؟ سو اسے اب یہیں رہنا تھا اور وہی کرنا تھا کہ جو کچھ اسے سمجھایا گیا تھا۔

''شاباش خولہ.....'' اپنے آئی فون سے اس کا ''بیان'' ریکارڈ کرتی بی زی جوش و خروش سے اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہوئی بولی۔

''خاموش کیوں ہو گئیں اپنی ''کہانی'' پوری کرو۔''

''میں بھری دنیا میں اکیلی رہ گئی۔'' یک لحظہ توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئی۔ ''اور برے حالات نے مجھے خودکشی پر مجبور کر دیا۔ اس روز میں اپنی جان دینے کے لیے بی زی میڈم کی گاڑی کے سامنے آئی تھی۔ پر بروقت بریک لگا کر نہ صرف انہوں نے مجھے بچا لیا بلکہ اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئیں اور میرا اچھا علاج معالجہ بھی کروا دیا۔ میں شکر گزار ہوں ان کی کہ ان ہی کی وجہ سے آج نہ صرف میں زندہ ہوں بلکہ انہوں نے میری رہائش اور نوکری کا مسئلہ بھی حل کروا دیا ہے۔ بس آپ سب کو یہی بتانا تھا بہت شکریہ!''

''ویل ڈن خولہ۔'' بی زی بے پناہ مسرت آمیز طمانیت سے بولی اور پھر کیمرہ اپنے چہرے کی جانب کر لیا۔

''جی تو میرے پیارے ویورز.....'' اس نے گلا کھنکارتے ہوئے سنجیدہ سے لہجے میں اپنے ناظرین کو مخاطب کیا۔ ''تو یہ تھی اس نام نہاد ایکسیڈنٹ والی وائرل ویڈیو کی سچائی..... ویسے تو مجھے اپنی نیکیوں کا اشتہار لگانا پسند نہیں پر کیا کریں۔ کبھی کبھار لوگ آپ کو بہت مجبور کر دیتے ہیں۔ امید کرتی ہوں کہ پورا سچ جان لینے کے بعد آپ سب کا مجھ جیسی ''لابریکر'' اور ''کرمنل'' پر جو غصہ ہے وہ اب ٹھنڈا ہو گیا ہو گا بس یہی کہوں گی کہ سامنے دکھائی دیتی ہر بات سچ نہیں ہوتی۔ ویل خوش رہیں، خوشیاں بانٹیں اور پوزیٹو سوچیں۔ لو یو آل.....''

اس نے مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص الوداعی کلمات کے ساتھ اپنے وی لاگ کا اختتام کیا اور ویڈیو محفوظ کر لی تاکہ ایڈیٹنگ کے بعد اہتمام سے اپ لوڈ کی جا سکے۔

اس کے صبیح چہرے پر اب صبح والی مایوسی و پژمردگی کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ وہاں اب ایک نیا ولولہ اور بے پناہ جوش و مسرت دکھائی دیتی تھی۔

اور بھلا وہ کیوں نہ مسرور ہوتی کہ ہمیشہ کی طرح ''آتش'' نے اسے ''ناکام'' ہونے سے بچا جو لیا تھا۔ سو کام مکمل ہو جانے پر وہ بنا اس کا شکریہ ادا کیے اپنی ادھیڑ بن میں بعجلت کمرے سے نکل گئی تاکہ ویڈیو آتش کو دکھا سکے۔

اور پیچھے بیٹھی رہ گئی وہ کہ جسے آج آتش کی بدولت نئی پہچان ملی تھی مگر پھر بھی وہ خوش نہیں تھی۔

اور وہ خوش ہو بھی کیسے سکتی تھی؟

☆☆☆

''کنا سوہنا تینوں رب نے بنایا۔''

اپنے وسیع و عریض شاہانہ طرز سے آراستہ کمرے کے کشادہ بیڈ پر وہ بنا لباس تبدیل کیے پچھلے کئی گھنٹوں سے یہ نغمہ ریپیٹ پر لگا کر چت پڑا ہوا تھا۔

''کنا سوہنا تینوں رب نے بنایا۔''

''واقعی..... کیا صورت تھی وہ..... جو نگاہ میں کھب گئی۔''

''دل مڑ دا نمیں لکھ سمجھایا.....''

''اور جب قیامت سامنے ہو تو یہ کافر (دل) کب کسی کی سنتا ہے۔''

www.zemtime.com

اس چاند چہرے کو ذہن میں دہرا دہرا کر وہ گویا بن پیے مخمور تھا۔

''دل کرے دیکھتا رہوں......''

''ہاں......دل کی چاہت یہی ہے۔'' وہ دیوانگی سے بولا۔

''پر کیسے......یہ کیسے ممکن ہوگا؟'' اس خیال نے اسے انگاروں پر لا پٹخا تھا۔ وہ وحشت سے اٹھ بیٹھا اور پھر شاید اس گلابی گلابی وجود کی خوشبو محسوس کرنے کی خاطر پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر اس سیٹ پر آ بیٹھا کہ جہاں آج وہ مشام جاں کو معطر کرتا مشک نما بیٹھا تھا۔

''ایک بار دیکھا ہے......بار بار دیکھنے کی ہوس ہے۔'' اس کا باغی دل سرکشی سے چلائے جاتا تھا۔

''پر کیسے......کیسے......کیسے؟'' سوال گمبھیر تھا۔ اس نے بے بسی سے تھک کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

''کیا ہوا صاحب! طبیعت تو ٹھیک ہے۔ کچھ چاہیے کیا؟''

اس کا کل وقتی ملازم خدا بخش اس کے سر پر کھڑا بڑی فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولتے ہوئے گاڑی کی اندرونی لائٹیں آن کر دیں۔

اور ٹھیک اسی وقت اس کے پیروں سے کچھ ٹکرایا تھا۔

☆☆☆

''یہ دیکھیے سر!'' اپنے تھانے میں بیٹھے امیر علی خان چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے کسی کیس کی فائل سامنے میز پر کھولے باریک بینی سے اس کے مطالعے میں مستغرق تھے کہ تب ہی اجازت لے کر فاروق احمد بڑی تیزی سے ان کے کمرے میں داخل ہوا اور اپنا سیل فون ان کے سامنے کرتا ہوا جوش و جذبات سے بھرپور مگر چھپتاتے لہجے میں بولا۔

''یہ کیا ہے؟'' امیر علی خان نے عینک نیچی کر کے سوالیہ نگاہوں سے فاروق احمد کا برہم چہرہ دیکھا۔

''جس لڑکی کو ہٹ کر کے وہ ایکٹرس پی زی اسے آتش کدے لے گئی تھی، اس کا وائرل ویڈیو۔''

''ذرا دکھاؤ تو......'' امیر علی خان نے فائل بند کر کے اس کے ہاتھ سے فون لے لیا۔

''یعنی ہمیں ملنے والی اطلاع سو فیصد درست تھی سر!'' وہ امیر علی خان کو پوری ویڈیو دکھا کر اپنا سیل ان سے واپس لیتا ہوا پرتپش لہجے میں خفگی سے بولا۔ ''یہ لڑکی اس وقت وہیں تھی، اگر آپ نے میری بات مان کر آتش کدے کا سرچ وارنٹ حاصل کر لیا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ یہ لڑکی اس وقت زخمی حالت میں وہاں سے بازیاب کر لی جاتی۔''

''اور اس سے کیا ہوتا؟'' امیر علی خان نے طنزیہ نگاہوں سے اسے گھورا۔

''کیا بات کرتے ہیں سر!'' وہ مزید جذباتیت سے بولا۔

''زخمی لڑکی اگر آتش کدے سے بازیاب ہوتی تو کیا لامحالہ آتش کو شامل تفتیش نہیں کیا جاتا؟''

''نہیں کیا جاتا فاروق احمد صاحب!'' وہ طنزیہ نظروں سے اسے گھور کو بولے۔ ''کیوں کہ آتش کا ایک نام اور مقام ہے معاشرے میں۔ نہ اس کے ادارے پر کسی غیر قانونی سرگرمی ملوث ہونے کی کوئی اطلاع ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی شکایت۔''

''اگر وہ اتنا ہی پارسا ہے تب اس پر نگاہ کیوں رکھی جا رہی ہے؟'' وہ تلخ ہوا۔

''کیوں کہ ایسے عناصر پر نظر رکھی جاتی ہے۔'' امیر علی خان نے گمبھیرتا سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ معمول کی بات ہے۔''

www.zemtime.com

''یعنی ہمیں صرف نظر رکھنی ہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے کسی ممکنہ تباہی کا انتظار کرنا ہے؟'' اس کا سوال بہت کڑوا اور لہجہ گستاخی کے زمرے میں داخل تھا۔

''نہیں..... تم سے کون کہہ رہا ہے کہ انتظار کرو۔'' یوں تو امیر علی خان اس نئے خون کی جذباتیت کے قدر دان تھے پر ابھی اس کے لب و لہجے پر سیخ پا ہو گئے۔

''تم جاؤ..... اور جا کر بالی ووڈ کے کسی فلمی انسپکٹر کی طرح جا کر تن تنہا اس کی لنکا میں آگ لگا دو پر اتنا یاد رکھنا کہ ایسا کر کے بھی تم اس سرآتش کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ الٹا اس کے پیروکار تمہیں گلے پڑ جائیں گے۔''

اتنے برس یہ وردی پہن کر انہوں نے جھک نہیں ماری تھی۔ ان کا تجربہ پر مبنی تجزیہ غلط نہیں تھا۔

''تب پھر آپ ہی گائیڈ کیجیے کہ میں کیا کروں؟'' فاروق احمد جواباً بے بسی سے ٹھنڈا پڑتا ہوا بولا۔

''مناسب وقت کا انتظار۔'' وہ زمانہ سازی مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجا کر بولے۔

''اگر وہاں کچھ پک رہا ہے تو خوشبو یہاں تک ضرور پہنچے گی۔ بس تب تک ہمیں صبر سے کام لینا ہوگا۔''

☆☆☆

''دیکھو یہ مشرقی دیوار کے ساتھ جھولا رکھ کر ادھر اسٹیج بنا دیں گے اور اس کے سامنے کرسیاں لگوا کر مہمانوں کے بیٹھنے کی جگہ اور وہاں.....'' بولتے بولتے رجالان کی مغربی دیوار کے سمت گھومی۔

''وہاں بوفے ٹیبلز..... کیوں ٹھیک ہے نا؟''

موسم صبح سے ابر آلود تھا۔ سو وہ سب پرسوں لان میں منعقد ہونے والی مایوں کی تقریب کی سجاوٹ وغیرہ کے بارے میں تبادلہ خیال کی غرض سے لان میں آ بیٹھی تھیں۔ شریفہ کین کی کرسی پر جب کہ وہ ساری نم خوشبودار گھاس پر مزے سے بیٹھی اپنی اپنی بولیاں بول رہی تھیں۔ ساتھ ہی گرما گرم چائے اور عارفہ کی بنائی ذائقے دار کوکیز سے انصاف کیا جا رہا تھا۔

''ہاں..... ہاں وہ تو ٹھیک ہے رجا آپی!'' مہرو جو آج بڑے دن بعد اس محفل کا حصہ بنا تھا، بے صبرے پن سے بولا۔ ''پر یہ تو بتائیں کہ ڈانس فلور کہاں بنائیں گی؟''

''پورا لان ڈانس فلور ہے۔'' وریٰ اسے چڑانے کی خاطر بولی۔

''جہاں دل چاہے ڈانس کر لینا..... مطلب ناچ لینا۔''

''اور سجاوٹ کی کلر تھیم کیا ہوگی؟'' واثلہ نے دلچسپی سے پوچھا۔ ''اب گرین اور یلو مت کہنا خدارا..... یہ تو بہت کامن ہے۔''

''ایسا کرو بلیک اور ڈارک گرے رکھ لو۔'' مہرو بولا۔

''دفع دور.....'' شریفہ بدمزگی سے بولیں۔ ''خدانخواستہ کیا ہم کوئی سوگ منا رہے ہیں۔''

''پر میں تو سوگ ہی منا رہی ہوں مما!'' اچانک گھر کے اندرونی حصے سے برآمد ہوتیں عینا گلوگیر سے لہجے میں بولی تھیں۔

سب یک لخت چونک کر ان کی سمت دیکھنے لگے۔

''کیا ہوا؟'' شریفہ نے دہل کر پوچھا تھا۔

وہ بنا کچھ کہے پھپھک کر رو پڑیں۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.zemtime.com